اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۷، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۵، سال ۲۰۲۲ء

جانباز ملتانی کا فارسی دیوان-تعارف و تجزیہ

اقصیٰ ساجد، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
مدیحہ رضوی
ایم۔فل سکالر (فارسی)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

PERSIAN DIVAN OF JANBAZ MULTANI
INTRODUCTION AND ANALYSIS

Aqsa Sajid, PhD
Assistant Professor of Persian
GC University, Lahore

Madiha Rizvi
M Phil Scholar (Persian)
University of the Punjab, Lahore

Abstract

Janbaz Multani was a 17th century leading Persian poet of Multan. His only surviving work is his Persian divan available at Punjab University’s central library, Lahore. His poetry is deeply influenced by the prominent Persian poets like Sa'adi Shirazi, Hafiz Shirazi, Qasim Anwar, Urfi Shirazi, Kaleem Kashani and Saib Tabrizi. His divan consists of various genres of poetry like ghazal, mukhammas, mathnavi etc. His verse revolves around topics such as love -both worldly and divine, mysticism and morality. The balanced use of rhetoric increases the colour, taste and impact of his poetry. The article introduces Janbaz Multani’s hitherto unpublished Persian divan and analyzes his thoughts and art.

Keywords:

Janbaz Multani, Divan-i Janbaz, Persian Poetry in the Sub Continent, Persian Literature in Multan.

جانباز ملتانی کا شمار برصغیر کے سترہویں صدی عیسوی کے فارسی گو شعرا میں کیا جاتا ہے۔ ان کے نام اور احوال کے بارے میں تفصیلی اور مستند معلومات میسر نہیں صرف عصر حاضر کے ایرانی محقق استاد احمد منزوی (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء۔۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء) نے ان کا نام نعمت اللہ بتایا ہے لیکن اس اہم اطلاع کے ماخذ کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا۔(۱) جانباز کا تعلق ملتان سے تھا۔ ایک اہم ماخذ جو جانباز کے ملتانی ہونے کی حتمی تصدیق کرتا ہے، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتب خانے کے ذخیرۂ آذر میں شمارہ ۵۰۸۷/۲۸۶ کے تحت موجود **دیوانِ جانباز** ہے۔ ذخیرۂ آذر کا فہرست نگار اس دیوان کے شاعر کا نام جانباز ملتانی ہی درج کرتا ہے۔(۲) **تذکرہ روز روشن** میں بھی اسی جانباز ملتانی کا ذکر ملتا ہے اور اس کے دو اشعار بھی قلم بند کیے گئے ہیں۔(۳) اس کے علاوہ خود **دیوانِ جانباز** میں ایسے اشعار موجود ہیں جو ان کی ملتان سے نسبت کی قطعی تائید کرتے ہیں:

یاد باد آن شب کہ می رفتی ز ملتان سوی ہند　　　بر من آن صبح فراقت روزِ رستاخیز بود(۴)

ترجمہ: وہ رات یاد رہے کہ جب تم ملتان سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ تمھاری جدائی کی وہ صبح میرے لیے قیامت تھی۔

گفتہ ای جانبازِ ما کافی است در ملتانِ ما
صائب از ملکِ خراسان گر نباشد ،گو مباش(۵)

ترجمہ: تم نے کہا ہے کہ ہمارے ملتان میں ہمارا جانباز ہی کافی ہے۔ کہہ دو کہ اگر ملکِ خراسان کا صائب نہ ہو، تو نہ ہو۔

جانباز شد از خسروی نظمِ تو ملتان　　　شہری کہ از او تور و خراسان گلہ دارد(۶)

ترجمہ: جانباز، تمھاری شاعری کی بادشاہت کے سبب ملتان وہ شہر بن گیا ہے کہ جس سے توران اور خراسان کو شکایت رہتی ہے۔

دیوان میں موجود ایک دل کش شعر میں ملتان میں اپنے گھر کا محلِ وقوع یوں بیان کرتے ہیں:

یاد باد آن شب کہ مہمان بودی ای یوسف لقا　　　خانہ ام نزدیک شاہِ یوسفِ گردیز بود(۷)

ترجمہ: اے یوسف جیسے چہرے والے، یاد رہے وہ رات کہ جب تم میرے مہمان تھے۔ میرا گھر شاہ یوسف گردیز کے قریب تھا۔

ان کے دیوان میں موجود ایک شعر سے واضح طور پر ان کے سیّد ہونے کا بھی پتا چلتا ہے:

ما اخترِ برجِ نجف شاہِ جہانیم   صد کعبۂ فخر است بہ چرخ از نسبِ ما(۸)

ترجمہ: ہم دنیا کے بادشاہ، برجِ نجف کے ستارے ہیں۔ ہمارا نسب آسمان کے لیے صد گونہ فخر کا باعث ہے۔

جانباز نے اپنے کلام میں چند مقامات پر ابنِ فرید کا تخلص بھی استعمال کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی کوئی خاندانی نسبت ہو:

ابن فرید اگر ترا پاک بود حسابِ خود
باک ز روزِ پرسش و بیمِ شبِ حساب چیست(۹)

ترجمہ: ابنِ فرید اگر تیرا حساب صاف ہے تو روزِ جزا کا کیا ڈر اور شبِ حساب کا کیا خوف؟

ابنِ فرید را ببین بس کہ ز دیدہ خون فشاند   بی لبِ لعلِ او دگر دُرِّ عدن نمی کند(۱۰)

ترجمہ: ابنِ فرید کو دیکھو کہ اس نے آنکھوں سے بہت خون ٹپکایا۔ اس کے لعل جیسے لبوں کے بغیر اب دُرِّ عدن نہیں بنے گا۔

دیوانِ جانباز۔ تعارف

کتب خانۂ فقیر سیّد مغیث الدین لاہوری میں جانباز ملتانی کے فارسی دیوان کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جو بدقسمتی سے اب ناپید ہے۔(۱۱) **دیوان جانباز** کا واحد دست یاب مخطوطہ ناقص حالت میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتب خانے میں موجود ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔(۱۲) اس نسخے کی کتابت شکستہ مائل اچھے نستعلیق خط میں یقیناً بارہویں صدی ہجری/اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہوئی ہے۔ یہ قلمی نسخہ کل بہتّر صفحات اور ہر صفحہ پندرہ سطروں پر مشتمل ہے۔ زیرِ نظر نسخہ ناقص ہے۔ اس میں ترقیمہ بھی موجود نہیں جس سے کاتب اور سالِ کتابت کا علم ہو سکتا۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ کاتب ایک تعلیم یافتہ اور ہنر مند شخص ہے جو شعر کے وزن سے بہ خوبی آگاہ ہے کیوں کہ پورے قلمی نسخے میں ایک مصرع بھی بے وزن نہیں لکھا گیا۔ اس نسخے کی کتابت کے ضمن میں درج ذیل نکات قابل ذکر ہیں:

- کاتب نے بعض موقعوں پر اشعار کو متن کے حاشیے میں درج کیا ہے اور وہاں اس کا خط زیادہ شکستہ ہے۔ یہ اشعار بر وقت اپنے مقام پر درج ہونے سے رہ گئے تھے یا بعد میں تخلیق اور درج ہوئے۔ زیادہ مقامات پر پہلی صورت ہی کا امکان نظر آتا ہے۔

- جو الفاظ رواروی میں متن میں درج نہ ہو سکے، نظرِ ثانی کے وقت انھیں لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

- کاتب اپنے دور کے عمومی معمول کے مطابق الفاظ کو ملا کر لکھنے کی طرف زیادہ مائل ہے اور مختلف الفاظ کو اکثر و بیشتر جوڑ کر لکھتا ہے۔

- اس نے بیشتر غزلیات میں ردیف کو صرف مطلع میں درج کیا ہے اور بعد کے اشعار میں ردیف کتابت کرنے سے گریز کی ہے۔ کہیں کہیں ایک آدھ مزید شعر میں بھی ردیف لکھ دیتا ہے۔

- قلمی نسخے میں ب اور پ اور کاف اور گاف میں فرق نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ پرانے دور میں ہوتا تھا، رموزِ اوقاف کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔

- کاتب نے رکابہ نویسی کا خاص اہتمام کیا ہے۔ اسی اہتمام کی بہ دولت ان صفحات کے بارے میں بھی اندازہ ہوتا ہے جو اب ضائع ہو چکے ہیں۔

جانباز ملتانی کا کلام

جانباز ایک صاحب طرز فارسی شاعر ہیں اور ان کا کلام متوازن سبک ہندی کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ فارسی کی کلاسیکی شعری روایت سے بہت متاثر ہیں۔ انھوں نے متعدد قدیم شعرا کی تقلید میں اسی وزن، قافیہ اور ردیف میں غزلیں کہیں۔ ان کے کلام پر سعدی شیرازی (م۔۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء)، حافظ شیرازی (م۔۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء)، عرفی شیرازی (م۔۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء) اور صائب تبریزی (م۔۱۰۸۷ھ/ ۱۶۷۶ء) کے فکر و فن کا اثر بہت نمایاں ہے۔ ذیل میں ان شعرا اور ان کی تقلید میں کہے گئے جانباز کے اشعار بہ طور نمونہ درج کیے گئے ہیں:

حافظ: ساقی، بہ نورِ بادہ برافروز جامِ ما مطرب، بگو، کہ کارِ جہان شد بہ کامِ ما(۱۳)

ترجمہ: اے ساقی، شراب کے نور سے میرے پیالے کو منور کر دے اور اے مطرب، گاؤ کہ دنیا کا کام میری منشا کے مطابق ہو گیا۔

جانباز: منت خدای راست کہ ساقی بہ کامِ ما از نورِ صافِ بادہ بیفروخت جامِ ما(۱۴)

ترجمہ: خدا کا احسان ہے کہ ساقی نے ہماری تمنا کے مطابق خالص شراب کی صاف روشنی سے ہمارے جام کو منور کر دیا۔

حافظ: آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمی بہ ما کنند(۱۵)

ترجمہ: وہ جو ایک نگاہ سے مٹی کو اکسیر بنادیتے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی ایک نظر ڈالیں۔

جانباز: آنہا کہ جان و دل پی جانان فدا کنند باشد کہ خاکِ ما بہ نظر کیمیا کنند (۱۶)

ترجمہ: وہ جو اپنا جان و دل محبوب پر فدا کرتے ہیں۔ کیا ہماری مٹی کو نظر سے اکسیر بنادیں گے؟

عرفی شیرازی کے اثرات بھی جانباز کی شاعری پر واضح ہیں۔۔ جانباز نے اپنے دیوان میں دو مواقع پر عرفی کی ایک مخصوص ترکیب برتی ہے جو عرفی کے معروف قصیدے کے مطلعے کی یاد تازہ کرتی ہے۔

عرفی: اقبالِ کرم می گزدار بابِ ہمم را ہمت نخورد نیشترِ لا و نعم را (۱۷)

ترجمہ: اہلِ ہمت کے لیے احسان اٹھانا تکلیف دہ ہے۔ کیوں کہ عالی ہمتی ہاں اور نہیں کا نشتر برداشت نہیں کر سکتی۔

جانباز: گر تو ز اہلِ ہمی نشترِ خواہش مطلب اہلِ ہمت ہمہ را لا و نعم در پیش است (۱۸)

ترجمہ: اگر تو اہلِ ہمت میں سے ہے تو آرزو کا نشتر مت طلب کر۔ تمام اہلِ ہمت کو ہاں اور نہیں کے اس امتحان کا سامنا ہے۔

وہ جنوبی ایشیا کے بیشتر شاعروں اور ادیبوں کی طرح سعدی شیرازی (م۔۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) کے کلام سے بھی متاثر ہیں۔ ذیل میں دیا گیا یہ شعر سعدی کے ایک شعر کی یاد تازہ کرتا ہے:

جانباز: جانِ من جور مکن، پیشہ بہ دست آر ولی کین رہِ کعبہ بود وان رہِ ترکستان است (۱۹)

ترجمہ: میری جان ظلم نہ کر و بل کہ کوئی ہنر حاصل کر کیوں کہ کعبے کی راہ یہ ہے اور ترکستان کا راستہ وہ۔

سعدی: ترسم کہ نرسی بہ کعبہ ای اعرابی کین رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است (۲۰)

ترجمہ: اے اعرابی، مجھے ڈر ہے کہ تو کعبے نہیں پہنچے گا کیوں کہ یہ راستہ جس پر تو جا رہا ہے، ترکستان کا ہے۔

جانباز نے اپنے کلام میں بہت سے نامور فارسی شعرا خصوصاً مولانا روم (م۔۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء)، عطار نیشاپوری (م۔۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء) اور شاہ قاسم انوار (م۔۸۷۳ھ/۱۴۳۳ء) کا ذکر کیا اور انھیں یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

گہ بر زبانِ حافظِ شیراز در سخن
گہ در وجودِ قاسم انوار بودہ ایم
گہ شمس بودہ ایم و گہی مولوی روم
گہ در طریقِ عشق چو عطار بودہ ایم (۲۱)

ترجمہ: ہم شاعری میں کبھی حافظ شیراز کی روش تو، کبھی قاسم انوار کے وجود میں رہے ہیں۔ کبھی ہم شمس بن کر رہے اور کبھی مولانا روم، کبھی راہِ عشق پر عطار کی طرح گام زن رہے ہیں۔

شاہ قاسم انوار (م۔۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء) ایک معروف صوفی اور شاعر تھے۔ حافظ شیرازی کا ان کے کلام پر گہرا اثر ہے۔ بعد کے فارسی شعرا پر قاسم انوار کے فکری و فنی اثرات بھی نمایاں ہیں۔ جانباز ان کے بارے میں یوں اظہارِ عقیدت کرتے ہیں:

سرخوش از جامِ رخش چون حافظ شیراز شو　　　نورِ رویِ او ببین و قاسمِ انوار باش (۲۲)

ترجمہ: اس کے چہرے کے جام سے حافظ شیراز کی طرح مست ہو جاؤ۔ اس کے چہرے کا نور دیکھو اور قاسم انوار بن جاؤ۔

چند متاخر ایرانی اور برصغیر کے صوفی مشرب شعرا نے اپنی شاعری میں قاسم انوار کے فکر و فن سے بہ طورِ خاص استفادہ کیا ہے۔ جانباز کے ہم وطن اور شاید معاصر شاعر سعید خان ملتانی (م۔۱۰۸۷ھ/ ۱۶۷۶ء) کا شمار بھی ایسے ہی شعرا میں ہوتا ہے۔ بہ قول سعید خان ملتانی:

ہست در مجموعۂ پرکار فصلِ نوبہار　　　مطلعِ روشن ز نظمِ قاسمِ انوار گل (۲۳)

ترجمہ: موسمِ بہار کے خوب صورت مجموعے میں پھول یوں ہے جیسے قاسم انوار کے کلام کا مطلع۔

سبکِ ہندی کے معروف شاعر صائب تبریزی (م۔۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء) ان شعرا میں سے ہیں جنھوں نے جانباز کو بہت متاثر کیا ہے۔ جانباز نے اپنے دیوان میں تعلّی کے رنگ میں صائب کو یوں یاد کیا ہے:

از　پیِ　طوفِ　درِ　ما　جانباز
صائب　از　ملکِ　خراسان　برخاست (۲۴)

ترجمہ: جانباز، ہمارے در کے طواف کے لیے صائب ملکِ خراسان سے اٹھا۔

جانباز نے مثنوی، غزل اور مخمس جیسی اصنافِ سخن کو اپنے احساسات کی ترجمانی کے لیے منتخب کیا۔ یوں تو ان کا بیشتر دیوان غزلیات کا مجموعہ ہے مگر اس میں ایک نامکمل مثنوی کے ابتدائی دس اشعار بھی شامل ہیں جو ان کے فکر و فن کی پختگی اور سلاستِ طبع کی دلیل ہیں۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر یہ مثنوی مکمل صورت میں دست یاب ہوتی تو بلاشبہ ان کا شمار برصغیر کے کام یاب مثنوی نگاروں میں کیا جا سکتا تھا۔ جانباز نے ابو طالب کلیم کاشانی (م۔۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱ء) اور صائب تبریزی (م۔۱۰۷۸ھ/۱۶۷۶ء) کی دو غزلیات کو

مخمس کی ہیئت میں ڈھالا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسے اور بھی نمونے ان کے مکمل دیوان میں موجود ہوں جو بد قسمتی سے اب ناپید ہے۔ جانباز کا فطری میلان عرفان و تصوف کی جانب تھا اسی لیے انھوں نے صوفیہ کی طرح دنیاداروں کی مدح وستائش نہیں کی اور نہ ہی قصیدہ گوئی کا رخ کیا۔

ان کی شاعری کے اہم موضوعات عشق، تصوف اور اخلاق ہیں۔ ان کے کلام میں وحدتِ الوجود، وحدتِ ادیان، صلحِ کل، خود شناسی اور انسانِ کامل جیسے موضوعات بہ کثرت ملتے ہیں۔ حافظ شیرازی کے زیرِ اثر فقیہ، صوفی، زاہد اور محتسب سے بے زاری کا اظہار کیا گیا ہے مثلاً:

بس کہ در وادی تجرید ضعیف ایم زعشق　　　دیدۂ مور بود ملک سلیمانی ما (۲۵)

ترجمہ: تجرد کی وادی میں عشق نے ہمیں اتنا ناتواں کر دیا ہے کہ ہماری سلیمانی سلطنت تو بس چیونٹی کی آنکھ جتنی ہے۔

بسوز خرقۂ تزویر و طوفِ میکدہ کن　　　کہ راہِ عشق بہ این دلق پارسایی نیست (۲۶)

ترجمہ: مکر و فریب کا لباس جلا دو اور مے خانے کا طواف کرو کہ عشق کا راستہ پارسائی کی گدڑی میں نہیں ملتا۔

این کثرتِ اشیا کہ دراو وحدتِ یار است　　　ہر شی کہ در آمد بہ نظر، نورِ خدا بود (۲۷)

ترجمہ: اشیا کی اس کثرت میں محبوب کی وحدت ہے۔ جو شے بھی نظر آئی، خدا کا نور ہی تھی۔

جانباز کے ہاں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ جیسی صناعاتِ شعری کا بہ کثرت استعمال ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ سبکِ ہندی کے عہد کے شاعر ہیں اور اس سبک کے عظیم شعرا سے متاثر بھی مگر ان کی شاعری افراط و تفریط سے محفوظ ہے۔ ان کے کلام کی روش معتدل اور متوازن ہے۔ اسی سبب ان کی شاعری میں بیشتر تشبیہات، استعارات اور کنایات مبہم اور پیچیدہ نہیں، سادہ اور پُر تاثیر ہیں۔

دمی ننشست با من آن بتِ ناآشنای من　　　برفت از من چو ایامِ شباب آہستہ آہستہ (۲۸)

ترجمہ: میرا ناآشنا محبوب میرے پاس ایک لمحہ بھی نہ بیٹھا۔ وہ میرے پاس سے یوں گیا جیسے آہستہ آہستہ جوانی کے دن چلے جاتے ہیں۔

بر تربتِ جانباز، دل او چو دلِ شمع　　　در ماتمِ پروانۂ خود فاتحہ خوان شد (۲۹)

ترجمہ: جانباز کے مزار پر اس کا دل شمع کے دل کی طرح اپنے پروانے کے ماتم میں فاتحہ خوان بن گیا۔

تا ہوایت از سرِ ما رفت جان دادیم ،زان
در محیطِ عشق خود را چون حباب انگاشتیم(۳۰)

ترجمہ: ہم نے جان دے دی تاکہ تمھارا جنون ہمارے سر سے اتر جائے۔ عشق کے سمندر میں ہم نے خود کو بلبلے جیسا سمجھا۔

جانباز صناعات ادبی میں تلمیحات کی جانب بیشتر مائل ہیں۔ تلمیحات کا بہ کثرت استعمال ان کے وسعتِ مطالعہ اور تاریخی اور عشقیہ داستانوں کی طرف ان کے رجحان کا عکاس ہے۔ تاریخی مذہبی اور عرفانی تلمیحات و شخصیات مثلاً طوفانِ نوح، افلاطون، موسیٰ، قارون، یعقوب و یوسف، عیسیٰ، علی ابن طالب، منصور حلاج، سحبان بن وائل، شمس تبریزی اور جلال الدین رومی وغیرہ ان کے کلام میں بہ کثرت نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی شاعری میں عاشقانہ قصوں کی تلمیحات مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، یوسف و زلیخا، نل دمن اور محمود و ایاز کا استعمال بھی عام ہے:

وہ کہ از دل خبری نیست مرا چون یوسف
سال ہا شد کہ بہ زلفِ سیہت زندان است(۳۱)

ترجمہ: تعجب ہے کہ یوسف کی طرح مجھے دل کی کوئی خبر نہیں۔ بہت سالوں سے یہ تمھاری کالی زلفوں کا قیدی ہے۔

نوبتِ من می رسد، دورِ فلاطون گذشت
کوسِ جنون ہمی زنم ، نوبتِ مجنون گذشت(۳۲)

ترجمہ: افلاطون کا زمانہ گزر گیا۔ میری باری آرہی ہے۔ میں اب جنون کا نقارہ بجا رہا ہوں، مجنوں کا دور گزر چکا۔

وزن و آہنگ اور خوش نوائی کو شاعری کی روح تصور کیا جاتا ہے۔ جانباز اپنے کلام میں حروف و الفاظ کی مخصوص ترتیب اور تکرار سے ایک خاص صوتی آہنگ پیدا کرتے ہیں جو سامع کو وجد میں لے جاتا ہے مثلاً:

اگر عشقِ خدا داری، بیا این سو قلندر شو　　　وگر میلِ بقا داری، بیا این سو قلندر شو
فنا را پیشۂ خود کن، بقا را حاصلِ خود دان　　　بقائی در فنا داری، بیا این سو قلندر شو(۳۳)

ترجمہ: اگر تم خدا کے عشق میں مبتلا ہو تو یہاں آؤ اور قلندر بن جاؤ اور اگر بقا کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ اور قلندر بن جاؤ۔

تکرارِ کلمات کے ذریعے جو موسیقیت پیدا ہوتی ہے وہ لذت و کیف کے ساتھ ساتھ کلام کی تاثیر میں بھی اضافے کا باعث بنتی ہے:

بیا در دیدہ چون رنگ شراب آہستہ آہستہ
مسوز از انتظارم چون کباب آہستہ آہستہ
بہ سقف بام می گردد خرامان یار و پندارم
کہ می گردد بہ گردون ماہتاب آہستہ آہستہ (۳۴)

ترجمہ: آنکھوں میں شراب کے رنگ کی طرح آہستہ آہستہ آؤ۔ مجھے انتظار سے کباب کی طرح آہستہ آہستہ مت جلاؤ۔ میرا محبوب چھت پر ٹہلتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ چاند آسمان پر آہستہ آہستہ چل پھر رہا ہے۔

ملمّع ایک ایسی ادبی صنعت ہے کہ جس میں شاعر دو یا اس سے زائد زبانیں استعمال کر کے کلام کا لطف بڑھاتا ہے۔ فارسی شعرا عموماً اپنی شاعری میں عربی عبارات استعمال کرتے ہیں۔ ادبی صنعت گری کے عمدہ اور دل کش نمونے فارسی کے بڑے شعرا کے دواوین میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جانباز نے بھی ان صنعتوں کو بہ خوبی استعمال کیا ہے۔ جانباز کے ہاں ملمّع کے نمونے عربی زبان و ادب پر اس کی مہارت کے گواہ ہیں:

ز جامِ عشقِ او زاہد مکن منع
کہ گر توبہ کنم استغفر اللہ (۳۵)

ترجمہ: استغفر اللہ، اگر میں توبہ کر لوں تو (اے) زاہد مجھے اس کے عشق کے جام سے منع نہ کر۔

اگر جامِ میِ جانباز نوشی
بر آری نعرۂ انّی انا اللہ (۳۶)

ترجمہ: اگر تو شرابِ جانباز کا جام پی لے تو انّی انا اللہ کا نعرہ لگائے۔

متناقض گوئی سے مراد وہی معنوی تضاد ہے جو پہلے تضادِ لفظی کے ساتھ صنعتِ تضاد کے نام سے معروف چلا آتا ہے۔ یہ نئی اصطلاح بیانِ متناقض یا پیراڈوکس کہلاتی ہے۔ اس صنعت کا استعمال سبکِ خراسانی اور عراقی میں نسبتاً کم جب کہ سبکِ ہندی میں زیادہ ہے۔ متناقض بیانات جو جانباز کی شاعری میں بیان ہوئے ہیں وہ پیچیدہ اور دقیق نہیں اور کسی حد تک تضادِ لفظی کے نزدیک ہیں:

آنان کہ دہند از تو خبر، بی خبران اند ازبی خبرانِ تو شنیدم خبری چند (۳۷)

ترجمہ: جو تمھارے بارے میں خبر دیتے ہیں، وہ بے خبر ہیں۔ تمھارے بے خبروں کے بارے میں، میں نے چند خبریں سنیں۔

شب کہ می رفتی بہ عزمِ سیر از زلف و رخت
یک طرف خورشید و دیگر سو شبِ دیجور بود(۳۸)

ترجمہ: رات جب میں تمھاری زلفوں اور چہرے کے دیدار کے ارادے سے جارہا تھا تو ایک طرف سورج اور دوسری جانب اندھیری رات تھی۔

سال ہاشد کین دل آوارہ ویرانِ غم است　　　　در خراب آبادِ ما بامِ طرب بنیاد کن(۳۹)

ترجمہ: برسوں گزرے کہ یہ آوارہ دل غم سے ویران ہے۔ ہمارے ویران کدے میں قصرِ نشاط کی بنیاد رکھو۔

باصلاحیت شعرا ہمیشہ ترکیب سازی میں جدت اور ندرت پیدا کرتے ہیں، سبک ہندی کے شعرا نے اس صنعت سے بہ کثرت استفادہ کیا ہے۔ لیکن دوسرے اسالیب میں بھی اس کا رواج اور قابلِ قدر نمونے ملتے ہیں۔ جانباز کو بھی ترکیب سازی میں بہت مہارت حاصل ہے:

ماشعلۂ شمعِ جگر سوختگانیم　　　　پروانہ نگردیدہ بہ گردِ لگنِ ما(۴۰)

ترجمہ: ہم جلے ہوؤوں کے جگر کی شمع کے شعلے ہیں۔ پروانے ہمارے لگن کے گرد نہیں گھومتے۔

عاشقان راخوابِ نوشین جز بہ سنگِ خارہ نیست
آبِ شیرین در گلو جز گریۂ فوارہ نیست(۴۱)

ترجمہ: عاشقوں کے لیے میٹھی نیند سخت پتھر کے سوا نہیں۔ میٹھا پانی گلے میں آنسوؤں کے فوارے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

پہلی مثال میں پہلا پورا مصرع ایک ترکیب ہے اور دوسری مثال میں خوابِ نوشین اور سنگِ خارہ کے ساتھ ساتھ گریۂ فوارہ ایک نادر ترکیب ہے جو ایک مختلف تصویر سازی کرتی ہے۔

زیرِ نظر قلمی نسخہ سترہویں صدی عیسوی میں پنجاب (پاکستان) میں کی جانے والی فارسی شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اگرچہ یہ ناقص حالت میں ہے تاہم اس کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مخطوطہ موضوعات اور زبان وبیان کے اعتبار سے اپنے عہد میں خطۂ ملتان کے ایک اہم ادبی ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱)منزوی،احمد، فہرست مشترکِ نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، (اسلام آباد: مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان،(۱۹۸۷م)،ج۸،۱۴۲۶،۱۴۲۷۔

(۲) نوشاہی،سید خضر عباس،فہرستِ نسخہ ہای خطی فارسیِ کتابخانہ دانشگاہ پنجاب،(لاہور،گنجینۂ آذر،اسلام آباد،مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان،۱۹۸۶م)، ۳۴۳۔

(۳) صبا،محمد مظفر حسین، تذکرہ روزِ روشن،(بھوپال،۱۲۹۷ھ۔ق)، ۱۶۳،۱۶۴۔

(۴) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی، نسخۂ خطی،(لاہور،گنجینۂ آذر،پنجاب یونیورسٹی)، شمارہ ۷۵۰۸/ ۳۳،۲۸۶۔

(۵) ایضاً،۴۶۔ (۶) ایضاً،۳۰۔ (۷) ایضاً،۳۳۔

(۸) ایضاً،۱۔ (۹) ایضاً،۱۱۔ (۱۰) ایضاً،۳۷۔

(۱۱) منزوی،احمد،فہرستِ مشترکِ نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان،ج۱۴۲۶،۱۴۲۷،۸۔

(۱۲) نوشاہی،سیّد خضر عباس،فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب، ۳۴۳۔

(۱۳) حافظ شیرازی،دیوانِ حافظ،بہ اہتمام محمد قزوینی ودکتر قاسم غنی،(تہران،زوار،۱۳۸۱ش)،۲۱۶۔

(۱۴) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۳۔

(۱۵) حافظ،دیوانِ حافظ،۱۳۲۔

(۱۶) جانباز،دیوانِ جانبازملتانی،۳۴۔

(۱۷) عرفی شیرازی، دیوانِ عرفی شیرازی،(تہران،۱۳۶۹ش)،۸۔

(۱۸) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۲۲۔

(۱۹) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۱۴۔

(۲۰) سعدی شیرازی،کلیاتِ سعدی، گلستان،(تہران،انتشاراتِ امیر کبیر،۱۳۶۵ش)،۸۶۔

(۲۱) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۲۷۔

(۲۲) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۴۴۔

(۲۳) سعید خان ملتانی،دیوان سعید خان ملتانی،مرتبہ معین نظامی،(لاہور،پنجاب یونیورسٹی،۲۰۰۸م)، ۲۵۲۔

(۲۴) جانباز، دیوانِ جانبازملتانی،۱۳۔ (۲۵) ایضاً،۳۔

(۲۶) ایضاً،۵۔ (۲۷) ایضاً،۳۰۔ (۲۸) ایضاً،۷۰۔

(۲۹) ایضاً،۳۸۔ (۳۰) ایضاً،۵۹۔ (۳۱) ایضاً،۱۳۔

(۳۲) ایضاً، ۲۳۔

(۳۳) ایضاً، ۷۰۔

(۳۴) ایضاً، ۷۰۔

(۳۵) ایضاً، ۷۲۔

(۳۶) ایضاً، ۷۲۔

(۳۷) ایضاً، ۳۳۔

(۳۸) ایضاً، ۲۷۔

(۳۹) ایضاً، ۶۷۔

(۴۰) ایضاً، ۲۔

(۴۱) ایضاً، ۱۳۔

BIBLIOGRAPHY

- Hafiz Shirazi, *Divān-i Ḥafiz*, (Ed.) Qasim Ghani and Muhammad Qazvini, (Tehran: Zawwar, 1381).
- Janbaz Multani, *Divān-i Jan̲baz Multani*, (Lahore: Azar Collection, Centeral Library, University of The Punjab, MS no.7508/286).
- Munzavi, Ahmad, *Fehrist-i Mushtarak-i Nuskha hāy-i Khaṭṭi-ye Fārsi-ye Pakistan*, (Islamabad, Iran-Pakistan Institute of Persian Studies, 1987).
- Naushahi, Khizar Abbas, *Fehrist-i Nuskha hāy-i Khaṭṭi-ye Fāsrsi-ye Kitāb Khāna-i Danishgah-i Punjab* (Lahore, Islamabad, Iran-Pakistan Institute of Persian Studies, 1987).
- Sa'adi Shirazi, *Kuliyāt-i Sa'adi*, Gulistan, (Tehran, Intesharat-i Ameer Kabeer 1365).
- Saba, Muhammad Muzaffar Husain, *Tazkirah-i Roz-i Raushan*, (Bhopal, 1297AH).
- Saeed Khan Multani, *Divān-i Saīd Khan Multani*, (Ed.) Moeen Nizami, (Lahore: University of the Punjab 2008).
- Urfi Shirazi, *Divān-i ‘Urfi Shirāzi*, (Tehran, 1369)

❖❖❖